صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

خطبہ نمبر 38

منگل 22 ستمبر 2015ء

روزنامہ

الفضل

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

منگل 22 ستمبر 2015ء 7 ذوالحج 1436 ہجری 22 تبوک 1394 ہش جلد 65-100 نمبر 217

سیرت ایازی بخش

سیدالانبیاء کی امت کو
جو ہوں غازی بھی وہ نمازی بخش
ہوں جہاں گرد ہم میں پھر پیدا
سند باد اور پھر جہازی بخش
میرے محمود بن مرا محمود
مجھ کو تو سیرت ایازی بخش

(کلام محمود)

حضرت مسیح موعود کے بارے میں رفقاء کی روایات کی اہمیت، روایات کو جمع کرنے سے متعلق حضرت مصلح موعود کے ارشادات

رفقاء حضرت مسیح موعود کی روایات ہماری نسلوں کیلئے نصیحت اور بعض مسائل کا حل پیش کرنے والی ہیں

عملی حالت کو درست کرنے کیلئے نماز پڑھنا ضروری چیز ہے اس لئے تمام دنیا میں احمدیوں کو بیوت الذکر کو آباد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 2015ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18 ستمبر 2015ء کو بیت الفتوح مورڈن لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے پر براہ راست نشر کیا گیا۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو تجدید دین کیلئے بھیجا ہے۔ آپ نے ہمیں دین کی اصل، اس کی بنیاد اور دین کی حقیقی تعلیم کو خوبصورت کر کے دکھایا ہے اور بدعات اور غلط روایات کو ترک کرنے کی نصیحت فرمائی۔ اور اس لحاظ سے ہمارے لئے حضرت مسیح موعود کا نمونہ مشعل راہ ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ہمارے بزرگ آباء اور رفقاء سلسلہ نے حضرت مسیح موعود کے بارے میں روایات پہنچائیں۔ ان روایات کی اہمیت حضرت مصلح موعود نے ایک جگہ بیان فرمائی ہے اور اپنے انداز کے مطابق ان باتوں سے جو بظاہر چھوٹی چھوٹی ہیں بہت سی نصیحتیں کیں اور دین حق کی بنیادی تعلیم کی باتیں اخذ کی ہیں۔ حضرت مصلح موعود کے وقت میں بہت سے رفقاء موجود تھے، اس لئے آپ نے ان رفقاء کو اور ان کے رشتہ داروں کو توجہ دلائی کہ وہ روایات جمع کریں کیونکہ یہی چیزیں آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے نصیحت اور حقیقی تعلیم اور بعض مسائل کا حل پیش کرنے والی ہوں گی۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ جتنی بار اس بات کی طرف جماعت کو متوجہ کیا جائے کم ہے کہ حضرت مسیح موعود کے حالات اور آپ کے کلمات رفقاء سے جمع کروائے جائیں۔ ہر شخص جسے حضرت مسیح موعود کی ایک چھوٹی سے چھوٹی بات بھی یاد ہو، اس کا اس بات کو چھپا کر رکھنا اور دوسرے کو نہ بتانا ایک قومی خیانت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر کئی چھوٹی باتیں نتائج کے لحاظ سے بہت اہم ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے حالات زندگی سے دنیا فائدہ اٹھاتی چلی آئی ہے اور اٹھاتی چلی جائے گی۔ حضرت مسیح موعود کے حالات سے بھی دنیا فائدہ اٹھائے گی، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو جمع کر دیں۔ فرماتے ہیں کہ آج ہم ان باتوں کی اہمیت نہیں سمجھتے مگر جب احمدی فقہ، احمدی تصوف اور احمدی فلسفہ بنے گا تو اس وقت یہ معمولی نظر آنے والی باتیں اہم حوالے قرار پائیں گی۔ بڑے بڑے فلسفی جب ان واقعات کو پڑھیں گے تو حیرانی اور خوشی سے اچھل پڑیں گے اور کہیں گے کہ خدا اس روایت کے بیان کرنے والے کو جزائے خیر دے کہ اس نے ہماری ایک پیچیدہ گتھی سلجھا دی۔ پھر فرماتے ہیں تمہیں حضرت مسیح موعود کی جس بات کا علم ہے وہ خواہ کسی قدر چھوٹی بات ہو بتا دینی چاہئے کیونکہ ان باتوں سے بھی بعد میں اہم نتائج اخذ کئے جائیں گے۔ پس جن دوستوں کو حضرت مسیح موعود کی شکل دیکھنے یا آپ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا ہو انہیں چاہئے کہ ہر بات کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، لکھ کر محفوظ کر دیں۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے جسے حضرت مسیح موعود کے لباس کی طرز یاد ہے تو وہ بھی لکھ کر بھیج دے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اور پھر اس کے بعد رفقاء نے روایات جمع کرنا بھی اور لکھوانا بھی شروع کیں۔ اور بہت سارے واقعات کے رجسٹر بن چکے ہیں۔ رفقاء کی روایات کو میں خطبات میں بیان بھی کر چکا ہوں، تو بہرحال یہ روایات جمع ہو رہی ہیں۔ جماعت کے سامنے کتابی شکل میں کسی وقت میں پیش بھی ہو جائیں گی۔ حضور انور نے حضرت مصلح موعود کی بیان فرمودہ نصیحت آموز روایات اور واقعات پیش فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کی تو ہر بات ہی علمی پہلو لئے ہوئے ہے۔ جو ہماری عملی تربیت کے لئے بھی ضروری ہے، قرآن کریم کی آیات اور احادیث کی وضاحت ہو جاتی ہے اور اس رنگ میں پھر فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو ابتداء سے ہی دین حق کی ترقی کی ایک تڑپ تھی اور چاہتے تھے لوگ اپنی حالت درست کریں اور عملی حالت درست کرنے کے لئے سب سے ضروری چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دینا ہے، نمازیں پڑھنا ہے۔ پس اس بات کو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو تڑپ حضرت مسیح موعود کو تھی کہ نمازیں باجماعت پڑھنی چاہئیں اور بیوت الذکر کو آباد رکھنا چاہئے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں ہر جگہ بیوت الذکر بن رہی ہیں لیکن ان کی آبادی کی طرف جس طرح توجہ ہونی چاہئے وہ نہیں ہے، بعض جگہ سے شکایات آتی ہیں۔ اس لئے پاکستان، ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی تمام احمدیوں کو اپنی اپنی بیوت الذکر آباد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضور انور نے اسی ضمن میں بیوت الذکر کے ساتھ بنائے گئے ہالز میں احمدی نوجوانوں کا ان ڈور گیمز کرنے یا فنکشنز پر کھانا کھانے پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان چیزوں میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض مربیان جو خود نوجوان ہیں، اگر وہ اپنے ساتھ بعض احمدی نوجوانوں کو اکٹھا کر کے کھیلتے ہیں تو بہرحال اس سے ایک فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اس وجہ سے نوجوانوں کی بیوت الذکر کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور بیوت الذکر آباد ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ غلط اعتراض ہے اور حضرت مسیح موعود کے عمل سے ثابت ہے کہ اس طرح ہو سکتا ہے اور ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ حضور انور نے آخر پر مکرم الحاج یعقوب آف غانا اور محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب کی وفات پر مرحومین کا ذکر خیر اور جماعتی خدمات کا ذکر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

نکاح کی بنا اخلاق اور دینداری پر ہو

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

”(دین حق) میاں بیوی کے تعلق پر پہلی بحث تو یہ کرتا ہے کہ اس تعلق کی بناء اخلاق پر ہونی چاہئے نہ کہ ظاہری حسن وشکل پر یا مال و دولت پر۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نکاح سے پہلے تقویٰ کا خیال کر لو اور آئندہ جس قسم کی اولاد اس تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہو گی اس پر غور کر لو۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ تنکح المراۃ ...... کوئی شخص تو حسب کی خاطر نکاح کرتا ہے کوئی نسب کی خاطر، کوئی خوبصورتی کی خاطر، کوئی مال کی خاطر اے (مومن) خدا تجھے سمجھ دے تو دیندار اور نیک عورت سے شادی کیجیو۔“ (احمدیت یعنی حقیقی ...... صفحہ 270

مرسلہ: نظارت اصلاح وارشاد رشتہ ناطہ)

☆............☆............☆

حضور انور کا خطبہ عیدالاضحیٰ

لندن میں عیدالاضحیٰ مورخہ 25 ستمبر 2015ء کو منائی جائے گی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ عیدالاضحیٰ مورخہ 25 ستمبر 2015ء کو ارشاد فرمائیں گے۔ حضور انور کے خطبہ عید کے لئے لائیو نشریات کا آغاز پاکستانی وقت کے مطابق 2:30 بجے دوپہر ہو گا۔ احباب بھرپور استفادہ کریں۔

(نظارت اشاعت ایم ٹی اے پاکستان ربوہ)

☆............☆............☆

کھالوں کیلئے ٹینڈر

قربانی کی کھالوں کے لئے ٹینڈر مطلوب ہیں۔ اپنے ٹینڈر مورخہ 23 ستمبر 2015ء کو شام 5 بجے تک دفتر صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں جمع کروا دیں۔ ٹینڈر مورخہ 24 ستمبر 2015ء کو شام 7 بجے ٹینڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔

(صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ)

☆............☆............☆

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 5 روپے

خطبہ جمعہ

رفقاء حضرت مسیح موعود کی نیک فطرت، ان کی صداقت کی پہچان کے لئے تڑپ، ان کی جان، مال قربان کرنے کے لئے تڑپ اور کوشش اور ان کے حضرت مسیح موعود سے عشق و محبت کے اپنے اپنے ذوق کے مطابق معیار اور اس کے اظہار سے متعلق حضرت مصلح موعود کے بیان فرمودہ واقعات کا تذکرہ اور اس حوالہ سے احباب کو اہم نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 7۔ اگست 2015ء بمطابق 7 ظہور 1394 ہجری شمسی بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

جب ہم حضرت مسیح موعود کے (رفقاء) کے واقعات پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو ان کی نیک فطرت، ان کی صداقت کی پہچان کے لئے تڑپ، ان کی جان مال قربان کرنے کے لئے تڑپ اور کوشش اور ان کے حضرت مسیح موعود سے عشق و محبت کے اپنے اپنے ذوق اور سمجھ کے مطابق معیار اور اس کا اظہار نظر آتا ہے۔ غرضیکہ یہ وہ آخرین تھے جو پہلوں سے ملنے کے لئے اپنے اپنے رنگ میں حق ادا کرنے والے بننے کے لئے کوشش کرنے والے تھے۔ ہر ایک کا اپنا انداز تھا اور ان کو دیکھنے والوں اور ان سے قریبی تعلق والوں نے بھی ان (رفقاء) کے ہر انداز اور اخلاق و کردار سے اپنے اپنے رنگ میں نصیحت حاصل کی یا بعض باتوں سے نتائج اخذ کئے۔

حضرت مصلح موعود تو خود بھی (رفقاء) میں سے تھے اور تقریباً تمام (رفقاء) سے یا جن کے واقعات آپ بیان فرماتے ہیں ان سے آپ کا ذاتی تعلق بھی تھا۔ آپ جب (رفقاء) کے حوالے سے بات کر کے ان سے نتائج اخذ کر کے نصیحت کرتے ہیں تو ان نصائح کا دل پر ایک خاص اثر بھی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ہم کسی واقعہ سے ایک پہلو لیتے ہیں لیکن جب غور کریں تو مختلف پہلو سامنے نظر آتے ہیں اور ایک ہی واقعہ مختلف رنگ میں نصیحت بن جاتا ہے۔ مثلاً مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا واقعہ ہے۔ ان کی بیعت کا جو واقعہ تھا اس کو حضرت مصلح موعود نے اپنے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔

مولوی برہان الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود سے جو پہلی دفعہ ملاقات کی ہے وہ بھی حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ''ایک لطیفہ ہی ہے۔ کہتے تھے کہ میں قادیان میں آیا لیکن حضرت مسیح موعود گورداسپور میں تھے اس لئے وہاں گیا۔ جس مکان میں حضرت مسیح موعود ٹھہرے ہوئے تھے اس کے ایک طرف باغ تھا۔ حامد علی (مرحوم) دروازے پر بیٹھا تھا۔ (یہ وہ بیان کرتے ہیں) تو اس نے مجھے (یعنی مولوی صاحب کو) اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ میں چھپ کر دروازے تک پہنچ گیا۔ آہستگی سے دروازہ کھول کر جو دیکھا تو حضرت صاحب ٹہل رہے تھے اور جلدی جلدی لمبے لمبے قدم اٹھاتے تھے۔ (یہ واقعہ پہلے بھی کئی دفعہ ہم سن چکے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کہتے ہیں کہ) مَیں جھٹ پیچھے کو مڑا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص صادق ہے جو جلدی جلدی ٹہل رہا ہے ضرور اس نے کسی دُور کی منزل پر ہی پہنچنا ہے تبھی تو یہ جلدی جلدی چل رہا ہے......

(الفضل 17/اپریل 1922ء صفحہ 6 جلد 9 نمبر 81)

اب دیکھیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب کو صداقت کی پہچان کروانی تھی تو نہ ان کو کسی قرآنی دلیل کے سمجھنے کا خیال آیا، نہ کسی حدیث کی دلیل کے سمجھنے کا، نہ کسی اور قسم کی دلیل کا خیال آیا۔ ......تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بڑی شدت سے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ وحی و الہام کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ پھر ایسے خیالات بھی ہیں کہ نعوذ باللہ نبی یا ولی کو ہم پر کیا فضیلت ہے۔ جس طرح ہم ہیں، جس طرح باقی لوگ ہیں اسی طرح نبی بھی انسان ہے، ولی بھی انسان ہے۔ میں مختصر بیان بھی کر دوں شاید بعضوں کو نہ پتا ہو۔

ان کے اس غلط تصور کو ردّ کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ: ''انبیاء علیہم السلام کا وجود بھی ایک بارش ہوتی ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کا روشن وجود ہوتا ہے۔ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ دنیا کے لئے اس میں برکات ہوتے ہیں۔ اپنے جیسا سمجھ لینا (یعنی ...... کا یہ خیال کہ وہ ہمارے جیسے ہی ہوتے ہیں۔ انسان ہیں) ظلم ہے۔ اولیاء اور انبیاء سے محبت رکھنے سے ایمانی قوت بڑھتی ہے''۔

اب یہ خاص چیز ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھنے سے ایمانی قوت بڑھتی ہے۔ بہرحال حضرت مولوی برہان الدین صاحب کی نیک فطرت نے حضرت مسیح موعود کے تیز چلنے کو ہی صداقت کا نشان سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص پیار کی نظر تھی جو حضرت مولوی صاحب پر پڑی ورنہ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو دلائل سن کر، نشان دیکھ کر پھر بھی نہیں مانتے۔ یہ بھی درست نہیں کہ ہم یہ کہہ دیں کہ سارے......سخت دل ہو گئے ہیں یا ہوتے ہیں۔ افریقہ میں ہزاروں ایسے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے قائل ہوئے اور آپ کی بیعت میں آئے۔ وحی و الہام کی ہر وقت ضرورت کا ان لوگوں کو احساس ہوا اور یہ بھی پتا چلا کہ اولیاء اور انبیاء بارش کی طرح ہیں جن کے آنے سے زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ پس روحانی سرسبزی کے لئے الہام کا جاری رہنا بھی ضروری ہے۔

پھر آپ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جو حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی کے اخلاص اور قربانی کا ہے۔ ''سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس کے حضرت مسیح موعود کے زمانے میں احمدی ہوئے۔ ان میں بڑا اخلاص تھا اور خوب (دعوت الی اللہ) کرنے والے تھے۔ ان کا ایک واقعہ حضرت مسیح موعود بڑے درد سے سنایا کرتے تھے۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) مجھے بھی جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو ان کے لئے دعا کی تحریک ہوتی ہے۔ ابتدا میں ان کی مالی حالت بڑی اچھی تھی اور اس وقت وہ دین کے لئے بڑی قربانی کرتے تھے۔ تین سو، چار سو، پانچ سو روپے تک ماہوار چندہ بھیجتے تھے۔ خدائی قدرت وہ بعض کام غلط کر بیٹھے (یعنی تجارتی لحاظ سے انہوں نے غلط کام کئے۔ اور جو فیصلے تھے وہ غلط کئے) اور اس وجہ سے ان کی تجارت بالکل تباہ ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود کو یہ الہام انہیں کے متعلق ہوا تھا کہ

قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

جب یہ الہام ہوا تو پہلے مصرعہ کی طرف ہی خیال گیا اور ''قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے'' سے یہ سمجھا گیا کہ سیٹھ صاحب کا کاروبار پھر درست ہو جائے گا اور دوسرے مصرعہ 'بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے''، کی طرف (کسی کا) ذہن نہ گیا کہ پہلے کام بنے گا اور پھر بگڑ بھی جائے گا۔ بلکہ اسے ایک عام اصول سمجھا گیا۔ سیٹھ صاحب کے کاروبار کو دھکا لگنے کے بعد دو تین سال حالت اچھی ہو گئی۔ (جب یہ الہام ہوا اس کے بعد کاروبار پھر چمک اٹھا۔ حالت اچھی ہو گئی) مگر پھر (دوبارہ) خراب ہو گئی اور یہاں تک حالت پہنچ گئی کہ بعض اوقات کھانے پینے کے لئے بھی ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن حضرت مسیح موعود نے عجیب محبت کے رنگ میں ان کا ذکر کیا۔ فرمایا سیٹھ عبدالرحمٰن

حاجی اللہ رکھا صاحب کا اخلاص کتنا بڑھا ہوا تھا۔ پانچ سو روپے کی رقم تھی جو انہوں نے اس موقع پر بھیجی تھی۔ (کوئی رقم آئی تھی اس کو دیکھ کر ذکر ہوا تھا) کسی دوست نے ان کی مشکلات کو دیکھ کر دو تین ہزار روپیہ انہیں دیا کہ کوئی تجارتی کام شروع کر دیں یا برتنوں کی دکان کھولیں۔ اس میں سے پانچ سو روپیہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو بھجوا دیا اور لکھا کہ مدت سے میں چندہ نہیں بھیج سکا۔ اب میری غیرت نے برداشت نہ کیا کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے ایک رقم بھجوائی ہے تو میں اس میں سے دین کے لئے کچھ نہ دوں۔ غرض خدمت دین کے لئے ان کا اخلاص بہت بڑھا ہوا تھا۔"

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 542)

پھر ان کے بارے میں مزید ایک جگہ تفصیل بیان کرتے ہوئے کہ ان کو اپنی مالی قربانی کا درد کس قدر تھا یعنی کس قدر درد سے قربانی کیا کرتے تھے اور نہ کرنے پر کس قدر بے چین ہوتے تھے۔ ان کی کیا حالت ہوتی تھی؟ اور اس کا اظہار وہ دوسرے سے بھی کس طرح کیا کرتے تھے؟ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ "جب ان کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی جیسا کہ ذکر ہوا کہ بعض دفعہ کھانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے اور بعض دوست ان کی مدد کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود کے نام ایک غیر (از جماعت) کا منی آرڈر آیا جس نے لکھا تھا کہ سیٹھ عبدالرحمٰن میرے بڑے دوست تھے مجھے ان پر بہت حسن ظنی ہے اور ان کو بزرگ سمجھتا ہوں اور ان کا عقیدت مند ہوں۔ (یہ غیر (از جماعت) لکھتے ہیں کہ) ایک روز میں نے ان کو بہت افسردہ دیکھا (سیٹھ صاحب کو) اور اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ جب میرے پاس روپیہ تھا تو میں حضرت مسیح موعود کی خدمت میں دین کے لئے بھیجا کرتا تھا مگر اب نہیں بھیج سکتا۔ (یہ غیر (از جماعت) کہتے ہیں کہ) ان کی اس بات کا میری طبیعت پر بڑا اثر ہوا اور میں نے نذر مانی ہے کہ میں آپ کو دو یا تین سو روپیہ ماہوار بھیجا کروں گا۔ چنانچہ اس غیر (از جماعت) نے آپ کو روپیہ بھیجنا شروع کر دیا۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) ایک دفعہ سیٹھ صاحب کی طرف سے ایک منی آرڈر آیا جو شاید تین یا چار سو کا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے دیکھا تو فرمایا۔ یہ منی آرڈر سیٹھ صاحب کا ہے ان کی مالی حالت تو بڑی خطرناک ہے۔ (پھر کس طرح بھیج دیا ہے؟) بعد میں ان کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھ پر کچھ قرض ہو گیا تھا جسے اتارنے کے لئے میں نے اپنے دوست سے کچھ روپیہ لیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ کچھ آپ کو بھی بھیج دوں۔ چنانچہ کچھ تو قرض اتار دیا اور کچھ آپ کو بھیج رہا ہوں"۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 23 صفحہ 402) تو یہ ان کا اخلاص اور وفا اور قربانی کا جذبہ تھا۔

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود حضرت مسیح موعود کے زمانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہ کس طرح آپ کے دعوے کے بعد کہ آپ مسیح موعود ہیں...... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپ کو یہ مقام ملا ہے، نہ کہ اپنی کسی قابلیت کی وجہ سے پھر بھی مسلمانوں کی اکثریت آپ کے خلاف ہو گئی۔ اب تک ہم یہی نظارہ دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ آپ نے تمام مذاہب کو جو چیلنج کیا تو اس کی وجہ سے عیسائی بھی اور ہندو بھی آپ کے خلاف ہو گئے اور حضرت مسیح موعود کی تذلیل کی بڑی کوششیں کی گئیں۔ آپ پر مقدمات قائم کئے گئے حتیٰ کہ متواتر تین ماہ تک عام سرکاری رخصتوں کے علاوہ برابر روزانہ کئی کئی گھنٹے آپ کو عدالت میں کھڑا رہنا پڑتا۔ ایک دن مجسٹریٹ نے اپنی دشمنی کی وجہ سے آپ کو پانی تک پینے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ہم آج ان باتوں کو بھول گئے ہیں مگر اس زمانے کے مخلصین کے لئے یہ ایک بہت بڑا ابتلاء تھا۔ وہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ سنتے تھے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور تیرے نہ ماننے والے دنیا میں ادنیٰ اقوام کی طرح رہ جائیں گے۔ مگر دوسری طرف دیکھتے تھے کہ ایک معمولی چار پانچ سو تنخواہ لینے والا ہندو مجسٹریٹ آپ کو کھڑا رکھتا ہے اور پانی تک پینے کی اجازت نہیں دیتا۔ حتیٰ کہ آپ کا کھڑے کھڑے سر چکرا جاتا اور پاؤں تھک جاتے۔ کمزور ایمان والے حیران ہوتے ہوں گے کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس قدر وعدے ہیں۔ غرضیکہ یہ بھی ابتلاء تھے۔ بعض کے لئے اس لحاظ سے کہ یہ کتنی بیچارگی ہے اور بعض کے لئے اس لحاظ سے کہ وہ اپنے ایمان کا یہی اقتضاء سمجھتے تھے۔ ان کے ایمان کا تقاضا یہی تھا کہ ایسے مخالفین کو مار ہی ڈالیں۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ مجھے وہ نظارہ یاد ہے جس دن ایک کیس کا فیصلہ سنایا جانا تھا کہ ہماری جماعت میں ایک دوست تھے جن کو پروفیسر کہا جاتا تھا۔ پہلے جب وہ احمدی نہیں تھے تو تاش وغیرہ کے کھیل بڑے اعلیٰ پیمانے پر کھیلا کرتے تھے یعنی جوا کھیلتے تھے۔ اچھے ہوشیار آدمی تھے اور اسی طرح تاش کے کھیل سے چار پانچ سو روپیہ ماہوار کما لیتے تھے۔ مگر احمدی ہونے پر انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ (یہ بھی احمدیوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ اگر پہلے جوا کی عادت تھی تو احمدی ہونے پر یہ کام چھوڑ دیا) اور معمولی دکان کر لی تھی۔ انہیں حضرت مسیح موعود سے عشق تھا اور اس وجہ سے غربت کو بڑے اخلاص سے برداشت کرتے تھے۔ ان کے اخلاص کی ایک مثال حضرت مصلح موعود کہتے ہیں مَیں سناتا ہوں کہ "انہوں نے لاہور میں جا کر کوئی دکان کی۔ جو گاہک آتے انہیں (دعوت الی اللہ) کرتے ہوئے لڑ پڑتے۔ اگر گاہک حضرت مسیح موعود کے خلاف کوئی ایسی بات کر دیتا تو لڑ پڑتے۔ ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب نے آ کر حضرت مسیح موعود سے شکایت کی تو حضرت مسیح موعود نے محبت سے انہیں کہا کہ پروفیسر صاحب ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ نرمی اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ کی یہی تعلیم ہے۔ حضرت مسیح موعود سمجھاتے جاتے تھے اور پروفیسر صاحب کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا تھا۔ ادب کی وجہ سے وہ بیچ میں تو نہ بولے مگر سب کچھ سن کر یہ کہنے لگے کہ میں اس نصیحت کو نہیں مان سکتا۔ پھر کہنے لگے کہ آپ کے پیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی ایک لفظ بھی کہے تو آپ مباہلے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور کتابیں لکھ دیتے ہیں مگر ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر کو اگر گالیاں دیں تو چپ رہیں۔ (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) بظاہر یہ بے ادبی تھی مگر اس سے ان کے عشق کا پتا ضرور لگ سکتا ہے۔ (بہرحال مقدمے کا ذکر ہو رہا تھا جس دن مجسٹریٹ نے فیصلہ سنانا تھا) جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا تو لوگوں کو یقین تھا کہ مجسٹریٹ ضرور سزا دے گا اور بعید نہیں کہ قید کی ہی سزا دے۔ ادھر جو احمدی مخلصین تھے ان کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس دن عدالت کی طرف سے بھی زیادہ احتیاط کی گئی تھی۔ پہرہ بھی زیادہ تھا (یعنی پولیس بہت زیادہ تھی۔) جب حضرت مسیح موعود (عدالت کے) اندر تشریف لے گئے تو دوستوں نے پروفیسر صاحب کو باہر روک لیا کیونکہ ان کی طبیعت تیز تھی۔ پروفیسر صاحب نے ایک بڑا سا پتھر ایک درخت کے نیچے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک دیوانہ چیخ مارتا ہے زار زار روتے ہوئے دفعۃً وہ درخت کی طرف بھاگے اور وہاں سے پتھر اٹھا کر بے تحاشا عدالت کی طرف دوڑے اور اگر جماعت کے لوگ راستہ میں نہ روکتے تو وہ مجسٹریٹ کا سر پھوڑ دیتے۔ انہوں نے خیال کر لیا کہ مجسٹریٹ ضرور سزا دے گا اور اسی خیال کے اثر کے ماتحت وہ اسے مارنے کے لئے آمادہ ہو گئے"

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 15 صفحہ 66-67)

پس ایسے حالات میں بعض لوگوں کے ایسے ردّعمل ہوتے ہیں۔ کمزور ایمان والے مرتد ہو جاتے ہیں۔ (جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسی ہی حالت تھی) اور مخلصین کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے لیکن بہت زیادہ جذباتی رنگ رکھنے والے جیسا کہ پروفیسر صاحب تھے، تھوڑے سے جذباتی بھی اور غصیلے بھی اور وہ ایسی سوچ رکھنے والے خود بدلہ لینے کی بھی سوچ لیتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی جو تعلیم ہے اور تربیت ہے جو ہمارے لئے اسوہ ہے اور ایک لائحہ عمل ہے اسے ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے ہمیشہ صبر اور حوصلے سے کام لینا ہے۔ آج بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ انجام کار تو انشاء اللہ تعالیٰ

وہی ہونا ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور صبر اور دعا سے کام لینے والے انشاء اللہ اس کے نظارے بھی دیکھیں گے۔

بعض دنوں کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ کوئی دن اچھا ہے کوئی منحوس ہے۔ کسی دن سفر کرو کسی میں نہ کرو۔ بعض لوگ سوال کرتے رہتے ہیں، مجھ سے بھی پوچھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا حوالہ بھی بعض دفعہ پیش کر دیا جاتا ہے یا حضرت اماں جان کا حوالہ پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت اماں جان کا حوالہ یہ تھا کہ حضرت مصلح موعود نے لکھا کہ منگل والے دن یا بعض اَور دنوں میں انہوں نے مجھے سفر کرنے سے روکا۔ ان کی کوئی خواب تھی یا وہم تھا تو وہ اس کا تقاضا تھا جس کی وجہ سے حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے۔ اصل میں تو دن کی کوئی اہمیت نہیں۔ حضرت مسیح موعود کے حوالے سے بھی آپ نے اس کی ایک وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے کہا کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے حوالے سے کسی دن کو منحوس کہا ہے۔ کہنے والے نے حضرت مصلح موعود کو کہا کہ ”آپ ہی نے تو کسی تقریب میں کہا تھا کہ منگل کے دن کے متعلق حضرت مسیح موعود کو شاید کوئی الہام ہوا تھا یا کوئی اور وجہ تھی کہ آپ اسے ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ میں نے تو ایک روایت کی تشریح کی تھی یہ تو نہیں کہا تھا کہ منگل کا دن منحوس ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود کی طرف ایک ایسی روایت منسوب کی جاتی ہے۔ اس لئے میں نے بتایا تھا کہ اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے کہ شاید منگل کے دن سے آپ کو اس لئے تخویف کرائی گئی ہو کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی۔ مگر بعض لوگوں نے اس مخصوص بات کو جو محض آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی وسیع کر کے اسے ایک قانون بنا لیا اور منگل کی نحوست کے قائل ہو گئے۔ حالانکہ جو چیز خدا کی طرف سے ہو اس کو نحوست قرار دینا بڑی بھاری نادانی ہوتی ہے۔ باقی رہی وہ روایت جو حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کی جاتی ہے اگر وہ درست ہے تو اس نحوست سے مراد صرف وہ نحوست تھی کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی ورنہ جب خدا تعالیٰ نے خود تمام دنوں کو بابرکت کیا ہے اور تمام دنوں میں اپنی صفات کا اظہار کیا ہے تو اس کی موجودگی میں اگر کوئی روایت اس کے خلاف ہمارے سامنے آئے گی تو ہم کہیں گے کہ یہ روایت بیان کرنے والے کو غلطی لگی ہے۔ ہم ایسی روایت کو تسلیم نہیں کر سکتے اور یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ ہر ایک انسان کو بشریت کی وجہ سے بعض دفعہ کسی بات میں وہم ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ ایسا ہی کوئی وہم منگل کی کسی دہشت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کو بھی ہو گیا ہو۔ مگر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ دن منحوس ہے۔ ہم اس روایت میں یا تو راوی کو جھوٹا کہیں گے یا پھر یہ کہیں گے کہ شاید بشریت کے تقاضے کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اس کو اس دن کے بارے میں اپنے لئے بیان فرمایا۔ ورنہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں مسئلے کے طور پر یہی حقیقت ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ سارے کے سارے دن بابرکت ہوتے ہیں مگر (-) نے اپنی بدقسمتی سے ایک ایک کر کے دنوں کو منحوس کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامل طور پر نحوست اور ادبار کے نیچے آ گئے۔ (ماخوذ از الفضل 21 ستمبر 1960ء صفحہ 2-3 جلد 49/14 نمبر 217)

بعض لوگ اپنی عاجزی میں ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ اس کا بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے اور بعض اپنی نظریات کی سختی میں زیادہ شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ مزاج رکھنے والے دو اشخاص تھے جو اکٹھے ہو گئے۔ ان کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ”مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ایک شخص حافظ محمد صاحب پشاور کے رہنے والے تھے۔ قرآن کریم کے حافظ تھے اور سخت جوشیلے احمدی تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اہلحدیث میں رہ چکے تھے کیونکہ ان کے خیالات میں بہت زیادہ سختی پائی جاتی تھی۔ وہ ایک دفعہ جلسے پر آئے ہوئے تھے اور قادیان سے واپس جا رہے تھے کہ راستے میں خدا تعالیٰ کی خشیت کے بارے میں باتیں شروع ہو گئیں۔ کسی شخص نے کہا کہ اللہ کی شان تو بہت بڑی ہے۔ ہم لوگ تو بالکل ذلیل اور حقیر ہیں۔ پتا نہیں کہ خدا ہماری نماز بھی قبول کرتا ہے یا نہیں۔ ہمارے روزے بھی قبول کرتا ہے یا نہیں۔ ہماری زکوٰۃ اور حج بھی قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اس پر ایک دوسرا شخص بولا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی شان ہے۔ میں تو کئی دفعہ سوچتا ہوں کہ میں مومن بھی ہوں یا نہیں۔ پشاور کے رہنے والے یہ حافظ محمد صاحب ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ یہ باتیں سنتے ہی اس شخص سے مخاطب ہوئے جس نے یہ کہا تھا پتا نہیں میں مومن بھی ہوں یا نہیں اور کہنے لگے تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ کیا یہ سمجھتے ہو کہ تم مومن ہو یا نہیں۔ اس نے کہا میں تو یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں مومن ہوں یا نہیں۔ حافظ صاحب کہنے لگے کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو میں نے آج سے تمہارے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھنی۔ باقیوں نے کہا کہ حافظ صاحب اس کی بات ٹھیک ہے ایمان کا مقام تو بہت بلند ہے۔ کہنے لگے اچھا پھر آج سے تم سب کے پیچھے میری نماز بند۔ جب تم اپنے آپ کو مومن ہی نہیں سمجھتے تو تمہارے پیچھے نماز کس طرح ہو سکتی ہے۔ غرض دوست پشاور پہنچے اور حافظ صاحب نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم تو اپنے آپ کو مومن ہی نہیں سمجھتے۔ میں تمہارے پیچھے نماز کس طرح پڑھوں۔ آخر جب فساد زیادہ بڑھ گیا تو حضرت مسیح موعود کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ حافظ صاحب ٹھیک کہتے ہیں (جو انہوں نے کہا تھا نا کہ تم کہتے ہو میں مومن نہیں)۔ مگر صرف یہی نہیں کہ ٹھیک کہتے ہیں تو نماز نہیں پڑھنی۔ فرمایا مگر یہ ان کی غلطی تھی کہ انہوں نے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی ہی چھوڑ دی کیونکہ انہوں نے کفر نہیں کیا تھا لیکن بات ٹھیک ہے۔ ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض تھا کہ وہ اپنے آپ پر حسن ظنی کرتے۔ جہاں تک کوشش کا سوال ہے انسان کو فرض ہے کہ وہ اپنی کوشش جاری رکھے اور نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش کرے۔ (حضرت مسیح موعود نے فرمایا) مگر یہ کہ مومن ہونے سے انکار کر دے یہ غلط طریق ہے۔ (تعلق باللہ)

آجکل گرمیوں میں تو یورپ میں ننگ ہی ننگ نظر آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو لباس کو زینت بھی قرار دیا ہے اور ہم آجکل معاشرے میں دیکھتے ہیں جیسا کہ میں نے کہا عریانی کو ہی فیشن سمجھ لیا گیا ہے۔ اب انتہا یہاں تک ہو گئی ہے کہ گزشتہ دنوں یہ خبر تھی کہ کسی جگہ مسلمان لڑکیوں کا گروپ سائیکل چلا رہا تھا۔ سائیکل چلاتے ہوئے گرمی محسوس کی تو انہوں نے کپڑے ہی اتار دیئے۔ گویا اب وہ زمانہ بھی آ گیا ہے جب جسم کے بعض حصے اخلاقاً اور طبعاً ننگے رکھنا مسلمانوں کے لئے بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ کیا کبھی تو وہ زمانہ تھا کہ کم از کم اور خاص طور پر مسلمانوں میں اخلاقاً اور طبعاً ایک بہت بڑا طبقہ اس چیز کو معیوب سمجھتا تھا۔ حضرت مصلح موعود کے زمانے میں تو شاید عریانی آج کی نسبت ستر فیصد، اسّی فیصد سے بھی کم ہو گی۔ لیکن اس وقت کے ایک مصور جو تصویریں بناتا تھا، پینٹنگ کرتا تھا اس کا بیان حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے کہ ایک مشہور انگریز مصور نے مضمون لکھا ہے جس میں اس نے عورتوں کو مخاطب کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آجکل یورپ کی عورتوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو زیادہ سے زیادہ ننگا کرتی چلی جاتی ہیں۔ بہرحال وہ مشہور مصور لکھتا ہے کہ میں ایک مصور کی حیثیت سے عورتوں اور مردوں کے ننگے جسم دیکھنے کا اس قدر عادی ہوں کہ کسی دوسرے کو اس قدر دیکھنے کا کم موقع ملتا ہے۔ اس لئے میں ایک ماہر فن کی حیثیت سے مشورہ دیتا ہوں کہ ننگا جسم خوبصورتی پیدا نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات ایسی عورت مرد کی نگاہ میں بدصورت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے عورتیں اگر اپنے جسموں کو اس لئے ننگا رکھتی ہیں کہ حسن کی تعریف ہو تو بعض دفعہ تعریف کے بجائے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ یہ ایک ماہر فن کی رائے ہے جو یورپ کا رہنے والا ہے اور یہ رائے جو ہے بڑی وزن دار ہے اور بڑی معقول ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 15 صفحہ 153-152)

اسی طرح مرد بھی اپنے عجیب و غریب حلیے بنا لیتے ہیں اور لباس پہنتے ہیں جن سے ان کا وقار بھی

ضائع ہوتا ہے اور بدصورتی بھی نمایاں ہوتی ہے۔لیکن آجکل تو آزادی کے نام پر چار آدمی اگر جمع ہوکر کوئی اظہار کر دیں تو اس بیہودہ اظہار کو اہمیت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے معاشرہ مجموعی طور سے بداخلاقی اور گراوٹ کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے۔آج سے ستر برس پہلے یا اسّی برس پہلے یہ ایک مصور کا حق کا اظہار تھا۔آج کا مصور بھی شاید اپنے اس اظہار کا اظہار نہ کر سکے۔ایماندارانہ رائے اور مشورہ نہ دے اور نہ کہ مصور بلکہ کسی میں بھی جرأت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اخلاقی طور پر انحطاط ہوتا چلا جا رہا ہے۔خوبصورتی کی پہچان عریانی بنتی جا رہی ہے۔

پس یاد رکھنا چاہئے کہ خوبصورتی کی پہچان عریانی یا ظاہری حالت نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے۔اس بارے میں حضرت مصلح موعود نے حضرت مسیح موعود کے دو (رفقاء) کی ایک بحث کا ذکر کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود کے زمانے میں ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے درمیان آپس میں اس بات پر بحث چھڑ گئی۔حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ خوبصورتی کا پہچاننا آسان نہیں ہے۔ہر شخص کی نگاہ حسن کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتی۔یہ صرف طبیب ہی پہچان سکتا ہے کہ کون خوبصورت ہے اور کون بدصورت۔مگر مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ہر آنکھ انسانی خوبصورتی کو پہچان سکتی ہے۔ظاہری طور پر جب دیکھ لو تو پہچان سکتی ہے۔حضرت خلیفہ اول کا نقطۂ نگاہ یہ تھا کہ بیشک ہر نگاہ حسن کو اپنے طور پر پہچان لیتی ہے مگر اس شناخت میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ کون واقعہ میں خوبصورت ہے اور کون محض اوپر سے خوبصورت نظر آ رہا ہے۔اسی گفتگو میں حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ کیا آپ کے نزدیک یہاں کوئی مرد خوبصورت بھی ہے۔انہوں نے (مولوی عبدالکریم صاحب نے) ایک نوجوان کا نام لیا جو اتفاقاً اس وقت سامنے آ گیا جب وہ بحث ہو رہی تھی۔کہنے لگے میرے خیال میں یہ خوبصورت ہے۔حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ آپ کی نگاہ میں تو یہ خوبصورت ہے مگر دراصل اس کی ہڈیوں میں نقص ہے۔شکل دیکھ کے پہچان لیا۔پھر آپ نے (حضرت خلیفہ اوّل نے) اسے قریب بلایا اور فرمایا میاں ذرا قمیص تو اٹھانا۔اس نے قمیص جو اٹھائی تو ٹیڑھی ہڈیوں کی ایک ایسی بھیانک شکل نظر آئی کہ مولوی عبدالکریم صاحب کہنے لگے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ اس کے جسم کی بناوٹ میں یہ نقص ہے۔میں تو اس کا چہرہ دیکھ کر اسے خوبصورت سمجھتا تھا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 154-155)

پس ظاہری حسن بعض دفعہ نظر آتا ہے جو اندر سے حسن نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے اگر بعض برائیوں کو ڈھانپنے کے لئے لباس کا حکم دیا ہے تو وہ اس لئے کہ کچھ نہ کچھ انسان کی زینت بنی رہے۔اور انسان اسی سے دُور ہٹتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت مصلح موعود نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جن کا سحری کے اوقات کے بارے میں اپنا ایک نظریہ تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کس طرح رہنمائی فرمائی وہ بھی عجیب ہے۔فرماتے ہیں کہ ’’ہماری جماعت میں ایک شخص ہوا کرتے تھے جسے لوگ فلاسفر کہتے تھے۔اب وہ فوت ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔(فرماتے ہیں کہ) اسے بات بات میں لطیفے سوجھتے تھے جن میں سے بعض بڑے اچھے ہوا کرتے تھے۔فلاسفر اسے اسی لئے کہتے تھے کہ وہ ہر بات میں ایک نیا نکتہ نکال لیتا تھا۔ایک دفعہ روزوں کا ذکر چل پڑا۔کہنے لگا کہ انہوں نے (یعنی مولویوں نے یا فقہ کے ماہرین نے) یہ محض ایک ڈھونگ رچایا ہوا ہے کہ سحری ذرا دیر سے کھاؤ تو روزہ نہیں ہوتا۔بھلا جس نے بارہ گھنٹے فاقہ کیا اس نے پانچ منٹ بعد سحری کھالی تو کیا حرج ہوا۔مولوی جھٹ سے فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کا روزہ ضائع ہوگیا۔غرض اس نے اس پر خوب بحث کی۔صبح وہ گھبرایا ہوا حضرت خلیفہ اوّل کے پاس آیا۔زمانہ حضرت مسیح موعود کا تھا۔(حضرت مسیح موعود کے زمانے کی بات ہے) مگر چونکہ حضرت خلیفہ اوّل ہی درس وغیرہ دیا کرتے تھے اس لئے آپ کی مجلس میں بھی لوگ کثرت سے آجایا کرتے تھے۔آتے ہی کہنے لگا کہ آج رات تو مجھے بڑی ڈانٹ پڑی۔آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ رات کو میں بحث کرتا رہا کہ مولویوں نے ڈھونگ رچایا ہوا ہے کہ روزہ دار ذرا سحری دیر سے کھائے تو اس کا روزہ نہیں ہوتا۔میں کہتا تھا کہ جس شخص نے بارہ گھنٹے یا چودہ گھنٹے فاقہ کیا ہو وہ اگر پانچ منٹ دیر سے سحری کھاتا ہے تو کیا حرج ہے۔اس بحث کے بعد میں سو گیا تو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم نے تانی لگائی ہوئی ہے۔فلاسفر جولاہا تھا۔اس لئے خواب میں بھی اسے اپنے پیشہ کے مطابق یاد آئی۔رسّی، دھاگہ جو کپڑا بنانے کے لئے کھینچتے ہیں تو کہتے ہیں) دونوں طرف میں نے کِیلے گاڑ دیئے اور تانی کو پہلے ایک کِیلے سے باندھا اور پھر میں اسے دوسرے کِیلے سے باندھنے کے لئے لے چلا۔جب کِیلے کے قریب پہنچا تو دو انگلی ورے سے تانی ختم ہوگئی۔میں بار بار کھینچتا کہ کسی طرح اسے کِیلے سے باندھ لوں مگر کامیاب نہ ہو سکا اور میں نے سمجھا کہ میرا سارا سوت مٹی میں گر کر تباہ ہو گیا۔چنانچہ میں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میری مدد کے لئے آؤ۔دو انگلیوں کی خاطر میری تانی چلی۔(وہ دھاگہ جو تھا خراب ہو رہا ہے۔) اور یہی شور مچاتے مچاتے میری آنکھ کھل گئی۔جب میں جاگا تو میں سمجھا کہ اس رؤیا کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مجھے مسئلہ سمجھایا ہے کہ دو انگلیوں جتنا فاصلہ رہ جانے سے اگر تانی خراب ہو جاتی ہے تو روزے میں تو پانچ منٹ کا فاصلہ کہہ رہے ہو۔اس کے ہوتے ہوئے کس طرح روزہ قائم رہ سکتا ہے‘‘۔(تعلق باللہ)

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اکیلا نہیں رہ سکتا۔اس نے کہیں نہ کہیں اپنا تعلق جوڑنا ہوتا ہے۔اس کی وضاحت ایک جگہ حضرت مصلح موعود اس طرح فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں یہ ذکر ہو رہا تھا کہ کیا کسی نے گندم کی روٹی کھائی ہے؟ ان دنوں لوگ زیادہ تر باجرہ، جوار اور جَو کھاتے تھے۔گندم شاذ ہی ملتی تھی اور اگر پتا لگ جاتا کہ کسی کے پاس گندم ہے تو سِکھ اس سے چھین لیتے۔تمام لوگوں نے کہا کہ ہم نے گندم کی روٹی نہیں کھائی۔صرف ایک شخص نے کہا کہ گندم کی روٹی بڑی مزیدار ہوتی ہے۔دوسروں نے پوچھا کیا تم نے گندم کی روٹی کھائی ہے؟ اس نے کہا میں نے کھائی تو نہیں لیکن گندم کی روٹی ایک شخص کو کھاتے دیکھا ہے۔کھانے والے چٹخارے لے لے کر کھاتا ہے جس سے میں سمجھا کہ گندم کی روٹی بڑی مزیدار ہوتی ہے۔(الفضل 17 فروری 1955ء صفحہ 3 جلد 44/9 نمبر 41) (تو ابھی تو یہ ذکر فرما رہے ہیں کہ کھانے کا بعض لوگوں کو بڑا شوق ہوتا ہے۔پھر فرمایا کہ) بعض لوگ مرغا کھانے کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔چوہدری ظفراللہ خان صاحب بھی میرے بچپن کے دوست ہیں۔انہیں مرغے کی ٹانگ بڑی پسند تھی۔حضرت مسیح موعود کو بھی بڑی پسند تھی۔اور ایک دوست جو فوت ہوگئے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کسی کو ساری عمر مرغے کی ٹانگ ملتی رہے تو اسے اور کیا چاہئے۔لیکن (بہرحال حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) مجھے پسند نہیں (اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ دانتوں میں کوئی تکلیف تھی۔فرمایا کہ) بہرحال بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں کو بہت مرغوب ہوتی ہیں اگر وہ چیزیں انہیں مل جائیں تو وہ بڑے خوش قسمت ہیں۔لیکن وہ چیزیں بہت ادنیٰ اور معمولی ہوتی ہیں اور پھر ان چیزوں کے حصول کے لئے بھی اَور ہزاروں چیزوں کی احتیاج انسان کو باقی رہتی ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ پر ہمیں یقین ہو اور اگر خدا تعالیٰ ہمیں مل سکتا ہو تو پھر قطعی اور یقینی طور پر انسان کہہ سکتا ہے کہ اس کے بعد مجھے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔ (ماخوذ از تعلق باللہ)

خدا تعالیٰ کے ملنے کے بارہ میں حضرت مسیح موعود اکثر کسی صوفی کا قول پنجابی میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ یا تو کسی کے دامن سے چمٹ جا یا کوئی دامن تجھے ڈھانپ لے۔یعنی اس دنیا کی زندگی ایسی طرز پر ہے کہ اس میں سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ یا تو تم کسی کے بن جاؤ یا کوئی تمہارا بن جائے۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ یہی ’’طِیْـن‘‘ سے پیدا کرنے کا مفہوم ہے (کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے۔) یعنی انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے

کہ یا تو وہ کسی کا ہو کر رہنا چاہتا ہے یا کسی کو اپنا بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ دیکھ لو بچہ ابھی پوری طرح ہوش بھی نہیں سنبھالتا کہ کسی کے ہو جانے کا شوق اس کے دل میں گدگدیاں پیدا کرنے لگتا ہے۔ بلوغت تو کئی سالوں کے بعد آتی ہے لیکن چھوٹی عمر میں ہی لڑکیوں کو دیکھ لو وہ کھیلتی ہیں تو کہتی ہیں کہ میرا گڈا میری گڑیا، تیری گڑیا۔ پھر ان کا آپس میں تعلق، ہمارے معاشرے میں گڈا گڈی کا بیاہ بھی بچے کرتے ہیں۔ پھر وہ لڑکیاں ماؤں کی نقل کر کے گڑیوں کو اپنی گود میں اٹھائے پھرتی ہیں۔ انہیں پیار کرتی ہیں جس طرح مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں اور جس طرح وہ ان کو اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہیں تو یہ تو ہر معاشرے میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان کا دل چاہتا ہے کہ ہم کسی کی ہو جائیں یا کوئی ہمارا ہو جائے۔ اسی طرح لڑکوں کو دیکھ لو۔ جب تک ان کا بیاہ نہیں ہوتا ہر وقت ماں کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ بیاہ ہو جاتا ہے تو پھر بیوی۔ تو اللہ تعالیٰ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَلَق کہ انسان کی فطرت میں ہم نے یہ مادہ رکھا ہے کہ وہ کسی نہ کسی کا ہو کر رہنا چاہتا ہے۔ (ماخوذ از تعلق باللہ) اس کے بغیر اس کے دل کو تسلی نہیں ہوتی اور سب سے بہترین طریقہ کسی کا ہونے کا یہ ہے جس سے دین و دنیا دونوں ملتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور اس کے لئے کوشش کرے۔ پھر حضرت مصلح موعود عشق کے معیار اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے ایک مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گو مثال تو ایک پاگل کی ہے پھر ایسے پاگل کی جو اَب فوت ہو چکا ہے اور گو وہ ایک ایسے پاگل کی مثال ہے جو میرا استاد بھی تھا مگر بہرحال اس سے عشق کی حالت نہایت واضح ہو جاتی ہے۔ ایک میرے استاد تھے جو سکول میں پڑھایا کرتے تھے بعد میں وہ نبوت کے مدعی بھی بن گئے۔ ان کا نام مولوی یار محمد صاحب تھا۔ انہیں حضرت مسیح موعود سے ایسی محبت تھی کہ اس کے نتیجے میں ہی ان پر جنون کا رنگ غالب آ گیا۔ ممکن ہے پہلے بھی ان کے دماغ میں کوئی نقص ہو مگر ہم نے تو یہی دیکھا کہ حضرت مسیح موعود کی محبت بڑھتے بڑھتے انہیں جنون ہو گیا اور وہ حضرت مسیح موعود کی ہر پیشگوئی کو اپنی طرف منسوب کرنے لگے۔ پھر ان کا یہ جنون یہاں تک بڑھ گیا کہ وہ حضرت مسیح موعود سے قریب ہونے کی خواہش میں بعض دفعہ ایسی حرکات بھی کر بیٹھتے جو ناجائز اور نادرست ہوتیں۔ مثلاً وہ نماز میں ہی حضرت مسیح موعود کے جسم پر اپنا ہاتھ پھیرنے کی کوشش کرتے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی اس حالت کو دیکھ کر بعض آدمی مقرر کئے ہوئے تھے تا کہ جن ایام میں انہیں دورہ ہو وہ خیال رکھیں کہ کہیں وہ آپ کے پیچھے آ کر نہ بیٹھ جائیں۔ حضرت مسیح موعود کی عادت تھی کہ جب آپ گفتگو فرماتے یا لیکچر دیتے تو اپنے ہاتھ کو رانوں کی طرف اس طرح لاتے جس طرح کوئی آہستہ سے ہاتھ مارتا ہے۔ حضرت مسیح موعود جب اس طرح ہاتھ ہلاتے تو مولوی یار محمد صاحب محبت کے جوش میں فوراً کود کر حضرت مسیح موعود کے پاس پہنچ جاتے اور جب کسی نے پوچھنا کہ مولوی صاحب یہ کیا؟ (آپ نے یہ کیا کیا؟) تو وہ کہتے کہ حضرت مسیح موعود نے مجھے اشارہ سے بلایا تھا''۔ تو حضرت مصلح موعود نے یہ مثال دے کر فرمایا کہ یہ دیوانگی اور عشق کی حالت ہے کہ جب نہیں بھی توجہ دی جا رہی (تو ایک انسان جو جنونی ہو جاتا ہے وہ) تب بھی محبوب کے غیر ارادی طور پر ملنے والے ہاتھ کو اپنے قریب بلانے کا اشارہ سمجھتا ہے۔ لیکن ہم خدا تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اس کی طرف سے واضح اعلان کے باوجود کہ نماز کی طرف آؤ اور فلاح کی طرف آؤ نہ نمازوں کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں نہ جمعوں پر بڑے اہتمام سے باقاعدگی سے جاتے ہیں۔

پس اس طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے واضح بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے اس مجذوب یا عاشق کی طرح پھلانگ کر آگے آنا چاہئے اور (بیوت) کو آباد کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ ابھی تو چُھٹیاں ہیں بچے بھی اپنے ماں باپ کو لے آتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ حاضری کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے یاد دہانی بھی کروا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری نمازوں کی حفاظت اور ادائیگی کے حق ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرماتا رہے۔

ص۔ بیگ

حضرت ملک شادے خان صاحب رفیق حضرت مسیح موعود

حضرت شادے خان ولد امیر بخش صاحب انڈیا کے گاؤں سیکھواں میں پیدا ہوئے۔ سیکھواں قادیان کا ہمسایہ گاؤں ہے جن کے درمیان ایک نہر بھی واقع ہے۔ حضرت شادے خان صاحب 2 بھائی تھے۔ بڑے بھائی اپنی زندگی میں بیعت کرنے سے محروم رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت شادے خان صاحب کو حضرت مسیح موعود کی بیعت کرنے کا شرف عطا فرمایا۔

حضرت شادے خان صاحب ولد امیر بخش صاحب مرحوم خود بتاتے ہیں۔ ''میں ایک دفعہ 1904ء میں میاں جمال الدین صاحب کے ساتھ قادیان میں آیا اور بیت مبارک میں جب آیا تو ظہر کا وقت تھا۔ حضرت صاحب نماز کے لئے تشریف لائے تو میں نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا۔ میرے کانوں میں اس وقت مرکیاں پڑی ہوئی تھیں تو حضور نے فرمایا:۔ یہ مرکیاں (چھوٹے چھوٹے چھلّے) کیسی ہیں؟ (-) تو نہیں ڈالتے۔ میاں جمال الدین صاحب نے کہا ''حضور دیہاتی لوگ ایسے ہوتے ہیں کیونکہ ایسے مسائل سے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ فرمایا ان کو کانوں سے اتار دو۔ تو میر ناصر نواب صاحب نے بھی کہا کہ جلدی سے اتار دو۔ کیونکہ حضرت صاحب نے حکم فرمایا ہے۔ میں نے اس وقت اتار دیں۔ جب نماز عصر کے وقت نماز پڑھنے کے لئے آیا تو حضور نے فرمایا:۔ کہ اب آپ (-) معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے بیعت کر لی۔

(رجسٹر روایات رفقاء جلد 7 صفحہ 169)

بیعت کے بعد ہر جمعہ قادیان میں ادا کرنے کے لئے نکلتے۔ راستے میں آپ کو نہر سے تیر کر گزرنا پڑتا جس سے آپ کے کپڑے گیلے ہو جاتے۔ پھر آپ قادیان پہنچ کر نماز ادا کرتے۔ تاہم کچھ عرصے بعد آپ مستقل طور پر سیکھواں سے قادیان منتقل ہو گئے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی حسین بی بی میں سے آپ کی 2 بیٹیاں تھیں۔ جن کا نام حاجرہ بیگم مرحومہ اور فاطمہ بیگم تھے۔ پہلی بیوی کی وفات قادیان میں ہوئی اور ان کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا گیا ان کی وفات کے بعد آپ کی دوسری شادی حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے حسن بی بی سے کروائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بطن سے 5 بیٹے اور 4 بیٹیاں عطا فرمائیں۔ جن کے نام عبدالعزیز بھٹی، عبداللطیف بھٹی سنگاپور، لعل خان، عبدالحمید بھٹی حال مقیم لاہور، عبدالرشید بھٹی حال مقیم جرمنی، پروین اختر مرحومہ، صفیہ سلطانہ بیگ حال مقیم جرمنی، صادقہ ثریا حال مقیم ربوہ، نسیم اختر مقیم کراچی ہیں۔

آپ نے ہمیشہ اپنے بچوں کو نماز کی تلقین کی۔ انہیں اچھی باتیں سکھاتے اور حضرت مسیح موعود کے رفقاء کی مثالیں پیش کرتے۔ آپ نے کبھی غیر دینی رسومات ادا نہ کیں۔ آپ بیٹیوں سے بہت پیار کرتے تھے اور کبھی ان سے سخت کلامی نہیں کرتے تھے۔ آپ نے لڑکوں کی تربیت پر خاص دھیان دیا۔

آپ کی بیٹی صفیہ بیگ اپنے بچپن کا ایک واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ ابا جی کے بیعت کرنے کے بعد ایک شام تایا جی ہمارے گھر تشریف لائے اور ابا جی پر برہم ہوئے اور بولے تم نے یہ کون سا مذہب اختیار کر لیا ہے اور کس کے پیچھے چل نکلے ہو۔ جب انہوں نے حضرت مسیح موعود کے لئے ناروا الفاظ کا استعمال کیا تو ابا جی بھی غصے میں آ گئے اور فرمایا آپ نے میرے امام کے بارے میں جن الفاظ کا استعمال کیا ہے آئندہ کبھی مت کرنا اور میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں اور تیز بارش میں تایا جی کو گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ نے ان سے ہر تعلق ختم کر لیا۔

آپ شروع سے ہی نڈر اور بے باک انسان تھے۔ سچ بات بلا جھجک کرتے۔ آپ نے دعوت الی اللہ بغیر کسی خوف کے کی۔

آپ انتہائی سادہ انسان تھے۔ ان پڑھ ہونے کے باوجود آپ نے پاکستان آنے کے بعد قرآن پاک سیکھا اور مکمل کیا۔ اس سے پہلے وہ قرآن پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

آپ 1947ء میں تقسیم برصغیر کے بعد قادیان سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ کچھ عرصہ لاہور، صادق آباد اور بصیر پور میں گزار کر آپ سیالکوٹ میں اپنی بڑی بیٹی کے مکان میں آ گئے آپ نے پاکستان آ کر کوئی جائیداد الاٹ نہ کروائی۔

آپ کے بڑے بیٹے عبدالعزیز بھٹی نے لاہور میں ہمیشہ اپنے پاس رہنے کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے سیالکوٹ میں سادگی کے ساتھ زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ 90 سال کی عمر میں اسی گھر میں وفات پائی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

نفع وضرر خدا کے اختیار میں ہے

ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ حضور وہ دوائی بہت مفید ہے فلاں مریض اس سے تندرست ہوا فلاں اور فلاں۔ فرمایا:۔

مولوی صاحب! دوا نے تو صحت نہیں بخشی خدا نے بخشی۔ وہی دوائی کئی کے لئے مضر بھی ہوگی۔ نفع و ضرر خدا کے اختیار میں ہے۔ شفا کو اپنے یا کسی کی طرف منسوب کرنا ہی شرک ہے۔''

(الفضل 2 جون 2001ء)

ا۔حمید اختر

میرے مرحوم والدین کا ذکر خیر

محترم چوہدری برکت علی صاحب اور محترمہ ہاشم بی بی صاحبہ

میرے والدین محترم چوہدری برکت علی صاحب مرحوم اور والدہ محترمہ ہاشم بی بی صاحبہ مرحومہ مراڑہ ضلع سیالکوٹ (موجودہ ضلع نارووال) کے رہنے والے تھے جنہوں نے حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر 1930ء میں بیعت کی توفیق پائی۔

ہمارا گاؤں مراڑہ ریاست جموں کے بارڈر کے قریب واقع ہے۔ یہاں احمدیت کا نفوذ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہو چکا تھا اور والد صاحب کے ایک عزیز حضرت چوہدری ولی داد خان صاحب حضرت مسیح موعود کے رفیق تھے اور بہت ہی بزرگ انسان تھے۔ آپ کی بیعت کا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ آپ محکمہ انہار میں ملازم تھے، وہاں کسی نے حضرت امام مہدی کے ظہور کا ذکر کیا۔ آپ نے ایک حدیث پڑھی ہوئی تھی کہ امام مہدی کا پسینہ سچے موتیوں کی طرح ہوگا۔ چنانچہ آپ قادیان گئے جبکہ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ کو بے چینی سے انتظار تھا کہ کب حضور سیر کے لئے جاویں تو میں پسینے کی ایک جھلک دیکھ لوں۔ جب سیر کا وقت آیا تو آپ قریب ہونے کی کوشش کرنے لگے اور اس کوشش میں آپ کو بے انتہا خوشی ہوئی کہ واقعی حضور کا پسینہ سچے موتیوں کی طرح چمکتا ہے۔ آپ نے اسی دن بیعت کر لی۔

ہم حضرت چوہدری ولی داد خان صاحب کو بڑے میاں جی کہا کرتے تھے اور آپ کے ایک بھانجے چوہدری عبدالکریم صاحب کی دعوت الی اللہ سے میرے چچا چوہدری سردار خان صاحب احمدی ہوئے جب آپ میٹرک کے بعد شاہجہاں کلودنگ فیکٹری میں ملازم تھے۔ میرے چچا اپنے بھائیوں کو دعوت الی اللہ کرتے رہتے تھے۔

احمدی ہونے سے قبل میرے والدین نمازیں تو پڑھتے تھے مگر قرآن کریم نہیں پڑھا تھا۔ اس دور میں گھروں میں قرآن پاک کے نسخے ہوتے ہی کم تھے۔ والدہ صاحبہ کو قرآن کریم پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ والد صاحب اپنی زمینوں پر کاشتکاری کرتے تھے اس لئے والدہ صاحبہ ان کا ناشتہ لے کر کھیتوں میں جاتی تھیں۔ والد صاحب کو جب والدہ صاحبہ مرحومہ کے شوق کا پتہ چلا تو کہنے لگے کہ میرے ناشتے کو بے شک دیر ہو جائے تم قرآن کریم ضرور پڑھو۔ میری والدہ صاحبہ کی گود میں پانچواں بچہ میرے بھائی عبدالحمید تھے، جب آپ نے قرآن کریم پڑھا۔

قرآن پڑھنے کے بعد میری والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے کہا کہ آپ کوئی پیر پکڑ لیں جو ہمیں دین کی باتیں سکھائے کیونکہ ہم دونوں پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جب والدہ صاحبہ نے بار بار اصرار کیا تو والد صاحب نے کہا کہ میں تو پھر قادیان والے پیر (مراد حضرت صاحب) کی بیعت کروں گا۔ آپ بھی اپنے والدین سے پوچھ لیں۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ یہ تو اپنا اپنا ایمان ہے، دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

اسی رات والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود کو خواب میں دیکھا۔ ہمارے گاؤں میں بیت کے ساتھ ایک دائرہ ہے جس کے ساتھ ہمارا کھیت تھا جو بہت ہی گہرا تھا اور دائرہ اونچا۔ والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ دائرہ اونچا کرنے کے لئے ہمارے کھیت کی مٹی ہی ڈالی گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ اس دائرہ میں ایک چارپائی پر صاف ستھرا بستر لگا ہوا ہے اور حضرت مسیح موعود اس پر تشریف فرما ہیں اور میں پاس کھڑی ہوں۔ کھیت میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس میں محلے کی کچھ عورتیں (جنہوں نے ہمارے احمدی ہونے کے بعد بہت مخالفت کی) ڈوب رہی ہیں اور شور کر رہی ہیں۔ تو کوئی عورت کہتی ہے کہ چپ کر جاؤ دائرے میں مرزا صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ پس صبح اٹھ کر آپ نے والد صاحب سے کہا کہ اپنی بیعت کا خط لکھیں تو میرا بھی ساتھ لکھیں۔ یوں آپ دونوں نے بیعت کر لی۔ والد صاحب کی عمر اس وقت تقریبا 33 برس تھی۔

بیعت کرنے کے بعد ہر سال قادیان جلسہ پر جاتے تھے اور الفضل کا خطبہ نمبر بھی آپ نے لگوا لیا جو بڑے بہن بھائی آپ کو پڑھ کر سناتے تھے۔ دونوں کو دین کا علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور مجھے یاد ہے کہ ہم سب بہن بھائی الفضل اور رسالہ مصباح انہیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

احمدی ہونے سے پہلے سب بہن بھائی والد صاحب کو لالہ جی کہا کرتے تھے، مگر احمدی ہونے کے بعد والد صاحب کو میاں جی کہنے لگے۔ میاں جی اور والدہ صاحب (بے بے جی) کا ایمان خدا کے فضل سے پختہ ہوتا گیا۔ جب بھی میاں جی جلسہ سالانہ سے واپس آتے تو کہتے اب میں ایک سال کے لئے تروتازہ ہو گیا ہوں۔

میاں جی کی احمدیت قبول کرنے سے پہلے ہی بڑے میاں جی (حضرت چوہدری ولی داد خان صاحب) ریٹائر ہو کر گاؤں آچکے تھے۔ سب لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ان کا گھر بڑا سا تھا جس میں میں انہیں دیکھا کرتی تھی۔ صحن کے ساتھ ان کی ڈیوڑھی تھی اور ڈیوڑھی کے بعد انہوں نے اپنے لئے دو کمرے الگ اور ایک برآمدہ بنایا ہوا تھا۔ ہم لوگ جمعہ اور عیدین کی نمازیں وہیں پڑھتے تھے۔ بڑے میاں جی جب بہت بوڑھے ہو گئے تب بھی وہی خطبہ دیتے اور نماز بھی پڑھاتے۔ جب میں نے میٹرک کا امتحان دیا تو میں روز انہیں قرآن سنانے کے لئے جاتی تھی اور حضرت مسیح موعود کی کوئی کتاب بھی لے آتی کیونکہ ہمارے گھر میں کتب نہیں تھیں۔ میں ایک کتاب ختم کر کے دوسری لے آتی یوں مطالعہ کا شوق بھی مجھے انہی سے ہوا۔

مراڑہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مشہور قصبہ ظفروال ہے وہاں پر مولوی عبداللہ باجوہ صاحب ہمارے سیکرٹری مال تھے۔ میاں جی اپنے چندے خود ان کے پاس وہاں جا کر بڑی بشاشت سے ادا کرتے تھے۔ اور سب چندوں میں خدا کے فضل سے شامل تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے دونوں والدین موصی تھے اور ہم دعا کرنے کیلئے بہشتی مقبرہ ربوہ جاتے ہیں۔

بے بے جی کو قرآن کریم پڑھنے کا بہت شوق تھا اور یہی محبت انہیں احمدیت میں لے آئی۔ میرے میاں جی نے قرآن نہیں پڑھا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا کہ بوڑھے بھی قرآن پڑھیں تو بے بے جی نے میاں جی کو پڑھانا شروع کیا۔ اپریل 1975ء کی چھٹیوں میں جب میں گاؤں گئی تو قرآن کریم ختم کرنے والے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً 77 سال تھی۔ میرا بیٹا ڈاکٹر عبدالصبور زعیم انصار اللہ شکاگو ساؤتھ ایسٹ امریکہ (جس کی عمر اس وقت ساڑھے پانچ سال تھی)، بھی انہی دنوں میں قرآن ختم کرنے والا تھا۔ دونوں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد قرآن پڑھنے بیٹھ جاتے تو بے بے جی کہتے کہ نانا اور نواسے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ الحمد للہ دونوں نے انہی دنوں میں قرآن ختم کر لیا۔

میاں جی کو چھوٹی سورتیں پہلے سے یاد تھیں قرآن پڑھنے کے بعد آپ نے لمبی سورتیں بھی یاد کیں۔ ایک دفعہ بڑے بھائی جان نے کہا کہ میاں جی سورۃ رحمان سنائیں۔ انہوں نے سنائی تو سن کر ہمیں بے انتہا خوشی ہوئی۔

میاں جی کا اپنے تینوں بھائیوں اور بہن سے بے حد پیار تھا۔ گاؤں میں لوگ ان بھائیوں کی محبت کی مثال دیا کرتے تھے۔ اپنے بچوں سے بھی آپ نے بہت محبت کی اور نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ رشتہ دار کہتے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی جادو ہے جس کی وجہ سے بچے ان کے فرمانبردار ہیں۔ یہ تو ان کی محبت کا جادو تھا۔ ہر اچھے کام، پڑھائی وغیرہ میں بہت حوصلہ افزائی کرتے۔ کھیتی باڑی کے مشکل کام کو وہ عبادت سمجھ کر کرتے تھے۔ ایسے مثالی کاشتکار تھے کہ لوگ رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نئی نئی فصلیں متعارف کروانے میں گاؤں میں اول نمبر پر تھے۔

محترم میاں جی اور بے بے جی کو بچوں کو تعلیم دلوانے کا بہت شوق تھا۔ جب چھوٹی بہن نے لڑکوں کے سکول سے پرائمری پاس کی تو ظفروال میں لڑکیوں کا مڈل سکول بن گیا تھا اور انہوں نے وہاں سے مڈل پاس کیا۔ جس سال میں نے ظفروال کے سکول سے مڈل پاس کیا، اسی سال وہاں میٹرک کی کلاسیں شروع ہوگئیں۔ میں نے اس سکول سے میٹرک پاس کیا اور میں اپنے گاؤں کی پہلی میٹرک پاس لڑکی تھی۔ اسی طرح میرے چاروں بھائیوں نے ظفروال سے میٹرک پاس کیا۔ مزید تعلیم بھی حاصل کی اور فوج اور دیگر اداروں میں کام کرتے رہے۔

میرے بڑے بھائی بشیر احمد صاحب لیفٹیننٹ کرنل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ اسی طرح میرے چھوٹے تینوں بھائی بھی بہت اچھے رینک پر پہنچے اور جماعتی عہدوں کے ساتھ بھی نمایاں رہے۔

ہمارا گاؤں مراڑہ جو کہ ایک غیر معروف گاؤں تھا، احمدیت کی وجہ سے اسے دور دور تک شہرت ملی۔ جماعت احمدیہ کی کئی نامور ہستیوں کا تعلق اس گاؤں سے قائم ہوا۔ مکرم ڈپٹی میاں شریف صاحب کی بیٹی ڈپٹی سیکرٹری چوہدری سردار احمد صاحب سے بیاہ کر آئیں۔ مکرم سردار عبدالرحمان رفیق حضرت مسیح موعود کی بیٹی ڈاکٹر محمودہ نذیر صاحبہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیں۔ جنرل اختر حسین ملک صاحب ہمارے عزیزوں میں بیاہے گئے۔ خالد احمدیت محترم عبدالرحمٰن خادم صاحب کی دو بیٹیاں میرے چچازاد بھائیوں کی بیگمات ہیں۔ مکرم مولوی چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ کی ایک بیٹی میرے میاں جی کی بہو اور دوسری میرے بڑے بھائی کی بہو ہیں۔ یوں احمدیت کی برکت سے اس گاؤں کا نام دور دور تک پہنچ گیا ہے۔

1979ء میں میری والدہ صاحبہ کی وفات ہوگئی اور آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ بچوں کے اصرار پر میاں جی زمین ٹھیکے پر دے چکے تھے۔ والدہ کی وفات کے بعد زیادہ وقت میرے بھائیوں کے پاس گزارنے لگے۔ اکثر گرمیوں کا موسم واہ کینٹ میں بھائی شریف احمد صاحب کے پاس اور ہری پور میں چھوٹے بھائی نصیر احمد خالد صاحب کے پاس گزارتے۔ بھائی عبدالحمید ایگریکلچر کی ملازمت کی وجہ سے دور کی جگہوں پر رہے، اس لئے سردیوں میں ان کے ہاں چلے جاتے۔ میرے بھائیوں نے والد صاحب کی بہت خدمت کی جس کی اللہ انہیں جزا دے۔ 1989ء میں میاں جی کی وفات ہوئی اور آپ بھی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔

میری شادی مکرم چوہدری عبدالشکور صاحب سابق مربی انچارج لائبیریا و نائب وکیل التبشیر سے کی۔ یہ عاجزہ اپنے رب کے حضور، سب سے پہلے اپنی جماعت، خلافت اور حضور کے لئے دعا کرنے کے بعد اپنے والدین کے لئے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا بے حد فضل کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایم ٹی کے پروگرام

25 ستمبر 2015ء

5:00 am	World News
5:20 am	تلاوت قرآن کریم
5:35 am	یسرنا القرآن
6:00 am	دعوت الی اللہ سیمینار
6:40 am	سپینش سروس
7:20 am	خلافت احمدیہ سال بہ سال
8:05 am	پشتو مذاکرہ
8:50 am	ترجمۃ القرآن کلاس
9:55 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم
11:15 am	درس حدیث
11:30 am	یسرنا القرآن
11:50 am	عید مبارک۔ خصوصی پروگرام
12:45 pm	عید الاضحیٰ
1:00 pm	درس ملفوظات
1:20 pm	راہ ہدیٰ
2:30 pm	Live نشریات، خطبہ عیدالاضحیٰ
5:00 pm	خطبہ جمعہ Live
6:35 pm	تلاوت قرآن کریم
6:45 pm	Magic Show
7:10 pm	مناسک حج
7:30 pm	Shotter Shondhane
8:35 pm	Chef's Corner
9:20 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ستمبر 2015ء
10:35 pm	Kids Time
11:00 pm	World News
11:25 pm	خطبہ جمعہ عیدالاضحیٰ 25 ستمبر 2015ء

وکیل المال اول تحریک جدید

عیدالاضحیہ اور مطالبات تحریک جدید

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 20 جنوری 1940ء کو عید الاضحیہ کے موقع پر خطبہ ارشادفرمایا جس میں تحریک جدید کے مطالبہ وقف زندگی اور مالی قربانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عید کی حقیقی خوشی کے مضمون پر روشنی ڈالی۔ جو ہم سب کے لئے ازدیاد ایمان وعمل کا موجب ہے۔

”عید کے موقع پر خوشی منانے کے لئے تو بعض لوگ سب سے آگے آجاتے ہیں لیکن اگر وہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اپنی اولاد کی قربانی نہیں کرتے اور (دین حق) کی خدمت کے لیے وقف نہیں کر دیتے تو ان کا کیا حق ہے کہ وہ اس خوشی میں شامل ہوں جبکہ وہ، وہ کام نہیں کرتے جو ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا ابراہیم علیہ السلام کی خوشی میں شامل ہونے کا اسی کو حق ہے جو ابراہیم جیسی قربانی بھی کرتا ہے۔ بے شک خوشی منانے کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حق حاصل تھا جس نے خدا کے لئے ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا بے شک یہ خوشی منانے کا عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو حق تھا، جنہوں نے ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا اور بے شک یہ خوشی منانے کا طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حمزہؓ، عباسؓ اور عثمانؓ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ کو حق حاصل تھا، جنہوں نے اپنی جانوں، اپنے مالوں، اپنی اولادوں، اپنے رشتہ داروں اور اپنی عزیز سے عزیز چیزوں کو خدا کے لیے قربان کر دیا مگر دوسروں کا کیا حق ہے کہ وہ اس خوشی میں شریک ہوں۔ پس ابراہیم علیہ السلام کی طرح جس نے اپنے بیٹے کی قربانی دی خواہ تعلیم وتربیت کے رنگ میں اور خواہ وقف زندگی کی صورت میں اسے حق ہے کہ وہ اس عید کی خوشی میں شریک ہو۔“

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ 254)

اس وقت تحریک جدید کا مالی سال چونکہ اختتام کے آخری مرحلے میں ہے لہٰذا مالی مطالبہ کی طرف خاص طور سے یاددہانی کا ثواب حاصل کرنے کے لئے توجہ دلانا مقصود ہے۔ حسین امتزاج ہے کہ امسال اور آئندہ چند سالوں میں تحریک جدید کے سال کا اختتام اور عیدالاضحیہ قریب قریب ہوں گی اور خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں سے عجب سلوک ہے جو ایک قربانی کرتا ہے اسے مزید قربانیوں کی توفیق ملتی جاتی ہے اور عید یعنی حقیقی خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا کرے کہ ہم سب کو حسب سابق امسال بھی تحریک جدید کی سو فی صد ادائیگی کی توفیق ملے اور پاکستان دنیا بھر میں اپنا اوّلیت کا مقام قائم رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح قربانی پیش کر کے حقیقی خوشیوں سے محظوظ ہونے کی توفیق سعید عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

ربوہ میں طلوع وغروب 22 ستمبر

طلوع فجر	4:34
طلوع آفتاب	5:54
زوال آفتاب	12:01
غروب آفتاب	6:08

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

22 ستمبر 2015ء

6:25 am	حضور انور کا دورہ بھارت
7:45 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 2009ء
9:55 am	لقاء مع العرب
12:00 pm	گلشن وقف نو
1:50 pm	سوال وجواب
4:00 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 2015ء (سندھی ترجمہ)
9:05 pm	مناسک حج

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے عمدہ، دلکش اور حسین زیورات کا مرکز
امین جیولرز
سراج مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ دکان: 0476213213
موبائل: 0333-5497411

سیل۔ سیل۔ سیل
لاثانی گارمنٹس
لیڈیز جینٹس اینڈ چلڈرن امپورٹڈ اینڈ ایکسپورٹ کوالٹی گارمنٹس، پینٹ شرٹ، پینٹ کوٹ شیروانی سکول یونیفارم، لیڈیز شلوار قمیص، ٹراؤزر شرٹ
فضل عمر مارکیٹ بانو بازار ربوہ
047-6215508,0333-9795470

خدا کے فضل ورحم کے ساتھ
اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
سونے کے زیورات کے جدید اور اعلیٰ منفرد ڈیزائن
گولڈ پیلس جیولرز
بلڈنگ ایم ایف سی اقصیٰ روڈ ربوہ
پروپرائٹر: طارق محمود اظہر
03000660784
047-6215522

FR-10

ضرورت ہے
کوالیفائیڈ طبیب کی ضرورت ہے۔
عمر 35 سال سے زائد نہ ہو۔
مینیجر ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
PH:0476212434,6211434

کریسنٹ فیبرکس
عید سپیشل آفر
ریشمی فینسی سوٹ اور برائیڈل سوٹ کا مرکز۔ کاٹن لان اور لیلن کے فینسی بوتیک سوٹ۔ سلے سلائے سوٹ نیز میچنگ کی تمام ورائٹی دستیاب ہے۔
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ
پروپرائیٹر: ولید احمد ظفر ولد مرتضیٰ احمد
0333-1693801

Study in Europe
Sweden → Without IELTS.
Poland → Annual Tuition fee is only € 2500 To 3500
Holland → Visa is the responsibility of the University.
EC
Education Concern
Education Concern ®
67-C, Faisal Town, Lahore,
Tel +92-42-35177124,331-4482511
+92-302-8411770 (Also on Viber)
farrukh@educationconcern.com
www.educationconcern.com
Skype counseling.educon
Student Can Join our IELTS / iTEP classes

سٹائلش بوتیک
رکیے رکیے!
آفر کارڈ تو لے جائیں
ربوہ میں پہلی بار ڈسکاؤنٹ کارڈ آفر
جس سے آپ کو ملے 15% تک کا ڈسکاؤنٹ
ہمارے ہاں تمام برانڈ اور سادہ سوٹ لاہور فیصل آباد ریٹ پر دستیاب ہیں
دکان نمبر 9 مبشر مارکیٹ نزد گودام ریلوے روڈ ربوہ
فون نمبر: 0476214744 موبائل: 03007700144

STUDY IN GERMANY
Bachelor (with Foundation Year) & Master Degree Programmes Available
FREE DEGREE PROGRAMMES
Science / Engineering / Management
Medicine / Economics / Humanities
Get 18 Months Job Search Time After Masters
Degree & Even Work Allowed During Studies
APPLY NOW (Requirement)
• Intermediate with above 60%
• A-Level Students
• Bachelor Students with min 70%
• Students awaiting result can also apply
Consultancy + Admission Assistance + Documentation
Even after reaching Germany, pick up service from Airport till University
Please contact your ErfolgTeam in Germany
Office Tel: 0049 7940 5035030 (Monday-Friday), Fax: 0049 7940 5035031
Web: www.erfolgteam.com , E-mail: info@erfolgteam.com